R. No. 2186/57

Regd. No. L. 902

انجمن ترقی اُردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

تاریخ اشاعت
۱-۴-۱۵-۲۲

سالانہ چندہ ۔ ۲ روپے
قیمت فی پرچہ ... ۔
نو پیسے

جلد ۲۴ - شمارہ ۱۴ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۸ اپریل ۱۹۶۵ء

اداریہ

اتر پردیش میں اُردو کو سرکاری زبان تسلیم کیا جائے

خوشی کی بات ہے کہ اتر پردیش کے اردو دوست بیدار ہو رہے ہیں اور اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہر ضلع سے خبریں آرہی ہیں کہ اردو دوستوں کے جلسے ہوئے اور حکومت سے درخواست کی گئی کہ اردو کو بھی اتر پردیش میں سرکاری زبان تسلیم کیا جائے۔ کچھ اداروں نے اس کے علاوہ عملی اقدامات کا بھی ارادہ کیا ہے۔ اس وقت انجمن کی شاخوں کو چاہیے کہ اردو دوستوں کی بیداری سے مناسب کام لیں۔ ظاہر ہے کہ انجمن اردو کی ٹھیکے دار نہیں ہے اور تمام اردو اداروں کو اپنے اپنے طور پر اردو کی بقا اور ترقی کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ اس کام میں زیادہ سے زیادہ اشتراک اور تعاون ہونا چاہیے۔ مگر چند باتیں صاف کر لینی چاہئیں۔ اردو کو اتر پردیش میں سرکاری زبان بنانے کے لیے اول تو حکومت کے نمائندے یوں تیار نہ ہوں گے۔ وہ یا تو ایسے مطالبات پر غور کرنے کا وعدہ کر لیں گے جس سے کوئی خاص نتیجہ نہ نکلے گا، یا وہ موجودہ صورت حال ہی کو باقی رکھنے پر زور دیں گے۔ اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔ پہلا راستہ تو یہ ہے کہ ہم مختلف سیاسی پارٹیوں اور ممبران ودھان سبھا اور دوسری پارٹیوں کے نمائندوں سے ملیں اور انھیں اپنا ہم خیال بنا کر ودھان سبھا میں سرکاری زبان ایکٹ میں ترمیم کا مطالبہ کریں۔ یہ کام ضرور کرنا چاہیے۔ اس کے لیے صرف اردو دوستوں کا جلسہ مفید نہ ہوگا بلکہ ہر سیاسی پارٹی کے نمائندوں سے مشورہ، بات چیت، پھر مختلف زبانوں کے حامیوں سے بات چیت اور پھر کچھ تہذیبی جماعتوں کے نمائندوں سے بات چیت کرنا ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اپنا کیس ان لوگوں کے سامنے اس طرح رکھ سکیں گے کہ ان کی تائید یا حمایت ہمیں حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد ودھان سبھا میں ترمیم کی تجویز پر اچھی طرح بحث ہو سکے گی اور چاہے اکثریت اسے منظور نہ کرے، مگر اس کی معقولیت سامنے آسکے گی۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ صدر جمہوریہ سے درخواست کی جائے کہ دفعہ ۳۴۷ کے تحت اپنا اختیار استعمال کریں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محض مطالبہ پیش کرنا، ودھان سبھا کے ممبران یا سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں سے ملنا، صدر جمہوریہ کے سامنے اپنا کیس رکھنا، خوشامد ہے، وہ غلطی پر ہیں۔ یہ جمہوری طریقہ ہے اور ہمیں ہر جمہوری طریقے کو برتنا چاہیے اور اس سلسلے میں کسی کے طعنے کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ رہا یہ سوال کہ اگر دونوں طرف سے یعنی صدر کی طرف سے اور ریاستی ودھان سبھا سے صاف جواب مل گیا تو ہم کیا کریں گے، اس کے لیے دوسروں کے خزانے پر خواہ مخواہ لمبے چوڑے دعوے کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کہنا کافی ہے کہ ہم اپنے مطالبات منوانے کے لیے ہر جمہوری طریقہ استعمال کریں گے۔ ہمارا یہ کہنا ضروری ہے کہ صرف اردو دوستوں کا اپنے مطالبات کو جائز سمجھنا مسئلے کے طے ہونے کے لیے کافی نہیں، ان مطالبات کو اکثریت کا ماننا ضروری ہے۔ ہمیں اب بھی یہ امید ہے کہ اکثریت کے سامنے

اس شمارے میں

صحیح طور پر معاملہ پیش کیا گیا تو اس کی موجودہ روش میں تبدیلی ہوگی اس کے علاوہ اپنے طور پر اسکول کھولنے اور موجودہ اسکولوں میں اردو کی پڑھائی کا انتظام کرانے کی کوشش بھی جاری رکھنی ہے۔ کچھ لوگوں کے دل کو یہ بات اپیل نہیں کرتی۔ وہ کوئی ہنگامہ خیز اعلان، کوئی رندانہ اقدام چاہتے ہیں۔ اردو کا مسئلہ ایسا اہم ہے، اس کے اتنے پہلو ہیں، اس کا قومی زندگی سے ایسا گہرا تعلق ہے کہ اس سلسلے میں قوم کے زیادہ سے زیادہ طبقوں اور پارٹیوں کا تعاون حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کی کوشش جاری رہنا چاہیے اور اگر شروع میں کامیابی نہ ہو تو اس سے بددل بھی نہ ہونا چاہیے بلکہ اور لگن سے کام کرنا چاہیے۔

سیر بین

حال ہی میں مشہور انگریزی شاعر C. Day Lewis کی ایک نظم نظر سے گزری۔ اس کا ایک ٹکڑا ہماری زبان کے پڑھنے والوں کے لیے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ پہلے انگریزی ہے، اس کے بعد اس کا آزاد ترجمہ:

"We are the sons and daughters of war
As wise as our uncles were told
Too wise to stir out in the cold
Too witty and wise to complain and feel sore
That all the good fruit had been stolen before
And all the good stories been told

ہم جنگ کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں
اتنے ہی عقلمند جتنے ہمارے چچا جرأت والے تھے
ایسے بے وقوف نہیں کہ سردی میں نکل کھڑے ہوں
نہ ایسے بیوقوف نہ ایسے ظرافت کی حس سے عاری کہ شکایت کریں اور کڑھیں
کہ تمام اچھے پھل پہلے ہی چرا لیے گئے ہیں
اور تمام اچھی کہانیاں کہی جا چکی ہیں

یہ نئی نسل کے متعلق ایک اچھا خاصا جامع تبصرہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ نئی نسل کے خلاف جاتا ہے یا نہیں۔ کیا جرأت، سردی میں نکلنے، نئے پھل کی تلاش، نئی کہانیاں کہنا اور سننا بری بات ہے۔ کیا ہم حالات سے سمجھوتہ کر لیں اور اگر سمجھوتہ کرنے پر مجبور بھی ہو جائیں تو اس کا ایک فلسفہ بنا کر اس کا پرچار کریں۔ کیا شوق فضول اور جرأت رندانہ کی زندگی میں کوئی جگہ نہیں۔ کیا جنوں سے سودا کرنا برا ہے۔ ہمارے ادب نے ہمیں جو قدریں دی ہیں کیا وہ غلط ہیں۔ کیا یہ نئی ذہنیت جو ہوسکتا ہے سائنس اور ٹیکنالوجی کے میکانیکی طریقے سے بڑھتے جانے سے وجود میں آئی ہو، انسان کے لیے مفید ہوسکتی ہے۔ یا خوابوں کی کرچیں لیے پھرنا، اپنی اور دوسروں کی صلیبوں کا اٹھائے رکھنا فضول ہے۔ کیا ہماری زبان کے پڑھنے والے مہربانی کرکے یہ بتائیں گے کہ وہ ڈیوس کے اس نظریے سے کہاں تک متفق ہیں۔

اردو، ہندی اور سنسکرت ادیبوں کو انعامات

لکھنؤ۔ حکومت اتر پردیش نے جاریہ مالی سال کے دوران ہندی، اردو اور سنسکرت کی نمایاں تخلیقات پر جملہ (۱۰۴) انعامات دیے ہیں، جن کی مجموعی رقم ۷۳ ہزار ۵ سو روپے ہے۔ اردو کے ادیبوں کو آٹھ انعامات دیے گئے ہیں، جن کی جملہ رقم پانچ ہزار روپے ہے۔ اردو کا سب سے بڑا غالب انعام (پندرہ سو روپے) پنڈت آنند نرائن ملا کو ان کے مجموعۂ کلام "میری حدیث عمر گریزاں" پر دیا گیا، جس پر ساہتیہ اکاڈمی بھی انعام دے چکی ہے۔

بارہ سو روپے کا "اکبر الہ آبادی انعام" سید صباح الدین عبد الرحمٰن کو ان کی کتاب "ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے" پر دیا گیا۔ آٹھ سو روپے کا "رام پرشاد بسمل انعام" ڈاکٹر صفدر آہ کو ان کی کتاب "ہندوستانی ڈرامہ" پر دیا گیا۔

پانچ سو روپیہ فی کس انعامات حسب ذیل اردو ادیبوں کو ملے۔ رام لعل (لکھنؤ) کتاب "آواز تو پہچانو"۔ علی جواد زیدی (دہلی) کتاب "آپ سے ملیے"۔ شارق حسین مرزا کتاب "دہلی یونیورسٹی"۔ جیلانی بانو (حیدرآباد) کتاب "نروان"۔ شفیق جونپوری کتاب "شانہ"۔

سب سے بڑا انعام دس ہزار روپیہ کا ہے جو ہندی کے شاعر شری سمترا نندن پنت کو ان کی نمایاں ادبی خدمات پر دیا گیا۔ اس کے علاوہ باقی انعامات دیگر ہندی اور سنسکرت ادیبوں کو دیے گئے۔

(حیات "نئی دہلی")

انیس فرید

کلامِ میر میں اختلافِ نسخ

ہماری زبان ۱۵ر نومبر ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں نصیر الدین صاحب ہاشمی نے جامعہ نظامیہ۔ حیدر آباد کے کتب خانہ میں محفوظ چند قدیم مطبوعہ دواوین کا تعارف کرایا ہے کلیاتِ میر کے ۱۸۱۱ء کے مطبوعہ نسخہ کا ذکر کرتے ہوئے موصوف نے پہلے صفحہ کی عبارت نقل کی ہے۔

"کلیاتِ میر تقی میر مدرسہ عالیہ کے لیے نوازش و تفضلات سے صاحبانِ عالی شان کالج کونسل کے جہدۂ حکومت پر زبدۂ نوئینان عظیم الشان مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان لارڈ منٹو گورنر جنرل بہادر دام ظلہ کے حسب الارشاد کپتان ٹیلر صاحب مقدس ہندی دام اقبالہ اور اعانت و پرورش سے ڈاکٹر ولیم ہنٹر صاحب دام حشمتہ اور عنایت و کرم سے کپتان گار صاحب دام مروتہ اور مرحمت و امداد سے کپتان ٹامس روبک صاحب دام اقبالہ کی تصحیح مرزا کاظم علی جوان۔ اور مرزا جان طپش مولوی محمد اسلم وکار۔۔۔۔۔۔۔۔ بمنشی غلام اکبر ۱۸۱۱ء مطابق ۱۲۲۶ھ ہندوستانی چھاپہ خانہ میں چھاپا کیا ہوا منشی مدار بخش کا۔"

ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب نے مرحوم سے ذکر کیا تھا کہ اس کلیات کا ایک نسخہ امریکہ میں ان کی نظر سے گذرا ہے۔ ہاشمی صاحب کو اس کا کوئی اور نسخہ کہیں دستیاب نہ ہوا۔

(ہماری زبان ۱۵ر نومبر ۱۹۶۳ء)

اس نسخہ میں یہ بھی لکھا ہے۔
میر کا کلام ص۱۰۵۱ پر ختم ہو جاتا ہے۔
بعون اللہ تعالیٰ در ساعتِ مسعود و زمانِ محمود
کلیاتِ میر تقی تمام شد
ص۱۰۵۲ سے مندرجات کی فہرست شروع ہوتی ہے۔
ص۱۰۶۳ کی آخری سطر سے غلط نامہ چھپا ہوا ہے۔ جو ص۱۰۶۵ پر ذیل کی عبارت پر ختم ہوتا ہے۔
"ناظرین پر ظاہر ہو جہاں جہاں حرکات گانے کے اور نقطے ٹوٹ گئے ہوں اور عبارت کے پڑھنے سے (۱) لفاظ پڑھے جاویں۔ ان کو غلط نامہ میں داخل نہ کیا۔"

اس غلط نامہ کے بعد دوسرے ورق پر انگریزی میں لکھا ہوا ہے۔

KOOLIYAT MEER TUQEE
THE
POEMS
of
MEER MOHUMMUD TUQEE

comprising
THE WHOLE OF HIS NUMEROUS AND CELEBRATED
COMPOSITIONS IN THE OORDO OR
POLISHED LANGUAGE OF
HINDOOSTN
PUBLISHED UNDER THE PATRONAGE
OF THE
College of Fort William
AND EDITED BY
LEARNED MOONSHEES ATTACHED TO THE
COLLEGE

CALCUTTA

PRINTED AT THE HINDOOSTAN PRESS
BY A-H- HUBBARD
1811

اس وقت راقم کے پیشِ نظر ۱۸۱۱ء کا یہ مطبوعہ نسخہ ہے افسوس کہ اس کا پہلا ورق غائب ہے۔

اس ورق کی مذکورہ بالا عبارت میں دو لفظوں سے (۱) نوئینان اور (۲) کیوان ۔ پر خط اس لیے کھینچا گیا ہے کہ ٹائپ کی خرابی کی وجہ سے یہ الفاظ ہاشمی صاحب سے صحیح نہ پڑھے جا سکے۔

ہماری زبان میں نو کے بعد جگہ چھوڑ دی گئی ہے اور کیوان کے بجائے کیران چھپا ہوا ہے۔

کمپنی کی کتابوں میں گورنر جنرل کو ذیل کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔

"زبدۂ نوئینانِ عظیم الشان مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان۔"

دیکھیے —		مطبوعہ	
(۱) باغ اردو	جلد اوّل	۱۸۰۲ء	ص۱۲

(۲) طوطا کہانی مطبوعہ ۱۸۰۴ء صـ۳

(۳) خرد افروز مطبوعہ ۱۸۱۵ء صـ۲

(۴) رسالہ اخوان الصفا مطبوعہ ۱۸۱۰ء صـ۳

(۵) تشریحِ نظیر مطبوعہ ۱۹۰۲ء صـ۲

نقاط زدہ مقام کے الفاظ صاف نہ پڑھے جاسکے۔ وقار کے بعد غالباً نیر ہے۔

یہ کلیات "قصائد" و منقبت وغیرہ سے شروع ہوتا ہے۔ پہلے قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

جب سے خورشید ہوا ہے چمن افروز حمل
رنگِ گل جھمکے ہے ہر پات ہرے کے ادجھل

اس نادر نسخہ کی تصحیح میں مرزا کاظم علی جوان۔ مرزا جان طپش، مولوی محمد اسلم وقار، منشی غلام اکبر نے کی ہے وقار کے بعد لکھے ہوئے دو لفظ صاف نہ پڑھے جاسکے۔

کلیاتِ میر کے ۱۸۱۱ء کے اس مطبوعہ نسخہ اور نول کشور پریس کے ۱۹۴۱ء کے مطبوعہ نسخہ میں فرق ہے۔ غزلوں کی ترتیب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہر دیوان کے آخر میں دیئے ہوئے اشعار میں کمی بیشی ہے۔ ممکن ہے وہ میر کے دواوین میں ادھر ادھر ملے جلے ہوئے ہوں۔

۱۸۱۱ء کے مطبوعہ نسخہ میں میر کی مثنوی ـــ "کدخدائی بشن سنگھ" جس کی نشان دہی ڈاکٹر گیان چند صاحب نے نگار دسمبر ۱۹۸۰ء میں کی ہے۔ شامل نہیں ہے۔

اردو ادب شمارہ ۱۹۹۲ء اور ہماری زبان یکم اپریل ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹر محمود الٰہی صاحب نے میر کے جس غیر مطبوعہ مرثیہ کا تعارف کرایا ہے۔ وہ مرثیہ بھی اس کلیات میں نہیں ہے۔

جناب ناظم سیتاپوری صاحب نے میر کے دو اشعار ہماری زبان یکم مارچ ۱۹۸۶ء میں نقل کیے ہیں۔

وہ اس نسخہ میں یوں لکھے ہوئے ہیں۔

راہ دورِ عشق میں روتا ہی کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی کیا

(یہی ہے) (دیوان اوّل ص۹)

سرہانے میر کے کوئی نہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

(دیوان اوّل ص۲۴۳)

ناظم صاحب نے دونوں جگہ سرہانے کا املا سراہنے لکھا ہے۔ غالباً کلیات میر کے قلمی نسخہ میں جن کا حوالہ موصوف نے دیا ہے۔ "سراہنے" لکھا ہوا ہوگا۔

اختلافِ نسخ کی دیگر مثالیں تلاش کرنے پر مل سکتی ہیں مگر اس کے لیے وقت اور محنت کی ضرورت ہے.......

۱۸۱۱ء کے اس مطبوعہ نسخہ میں دیوان اوّل کے آخر میں چند اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ نول کشور پریس کے مطبوعہ نسخہ میں ان میں سے کچھ مل گئے ہیں۔ باقی اشعار بھی ادھر ادھر مل جائیں گے۔ عدیم الفرصتی کے باعث تلاش کرنے سے معذور رہا۔

اشعار ملاحظہ کیجیے ہے

نظر میں آوے گا جب جی کا کھونا
لگے گا نیند بھر تب مجھ کو سونا

مرا خون تجھ پہ ثابت ہی کریگا
کنا سے بیٹھ کے ہاتھوں کو دھونا

وصیت میر نے مجھ کو یہی کی
کہ سب کچھ ہونا تو عاشق نہ ہونا

نول کشور پریس کے نسخہ میں تیسرا شعر ص۳۰۳ پر ہے۔ باقی دو شعر دیوان پنجم میں نہیں ملے۔

اس آستانِ داغ سے میں زر دیا کیا
گلدستہ دستہ جس کو چراغی دیا کیا

کیا بعدِ مرگ یاد کروں گا وفا تجھے
سہتا رہا جفائیں میں جب تک جیا کیا

اب وہ جگر طپش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
مدت تلک جو میر کا لوہو پیا کیا

بیتابیوں کے جو رہے میں جب کہ مرگیا
ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا

اے آہ سرد عرصۂ محشر میں بیخ جما
جلتا ہوں میں، سنوں کہ جہنم ٹھٹھر گیا

تیرے ہی رہگذر میں یہ جی جا رہا ہی شوخ
سنیو کہ میر آج ہی کل میں گزر گیا

کلیاتِ میر کے دیوان پنجم میں ص۱۳۱ اور ص۲۳۲ پر یہ اشعار ہیں۔ نول کشور پریس کے نسخہ میں ایک شعر زیادہ ہے۔

مفلس سو مر گیا نہ ہوا وصل یار کا
ہجران میں اس کے جی بھی گیا اور زر گیا

(کلیاتِ میر (نول کشور پریس) ص۲۳۲)

کیا خط لکھوں میں رونے سے فرصت نہیں رہی
لکھتا ہوں تو پھرے ہی کتابت یہی یہی

بھولا کے خط لیے پوشیدہ قاصد آج جا ملے
چپکا ہی یار کے کوچہ تو پھر مجھ سے چھپا تا ہی

یہ دونوں اشعار نول کشور پریس کے مطبوعہ نسخہ میں ص۴۸۲ پر ہیں۔

ہماری زبان

کو مضامین و مراسلات ارسال کرتے وقت یہ خیال رکھیں کہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں۔

زیدی جعفر رضا

اندیشہ

جانے کیسے
کڑکڑاتی دھوپ میں تم
لگ کے کھڑکی کی کواڑوں سے جو بیٹھی
تکتے تھے نوجواں سورج کی باہیں
تم کو لے کر گود میں اپنی ہیں خوش
پر مجھے محسوس ایسا ہو رہا ہے
چاند سا چہرہ تمہارا
تمتماتا جا رہا ہے
سوچتا ہوں
تم نہ بن جاؤ کہیں اک دوسرا سورج
کہ جس کی
آگ میں ڈوبی سلاخوں سی
دہکتی بادلی کرنیں
کسی کے پیار کو جھلسا کے رکھ دیں

ظفر غوری

ملاقات

چاندنی بن کے میری دل کی گلی پر برسی
تیری نشہ بھری آنکھوں کی رسیلی شبنم
وادیٔ زلف کی مدہوش ہوائیں جاگیں
روح کی جھیل میں اک نرم تموج ابھرا
ایک پرچھائیں میں ڈھلنے لگیں کرنیں باہم
خود بخود کھل گیا خاموشیٔ محبت کا کنول
دور ملتے ہوں گے جیسے ابد اور ازل!!

اختر بستوی

کونے

فکر و فن، شعر و غزل، علم و ادب بیچ دئے
جب کبھی ان کے عوض درہم و دینار رہے
اب کسی شے کی تجارت میں کوئی عار نہیں
بیچ دوں خود کو بھی گر کوئی خریدار رہے

اپنی معصوم جوانی پہ بہت جبر نہ کر
ضبط غم سے ترے وحشت مری ہوتی ہے فزوں
دیکھ کر ذہن میں شعلے سے لپک اٹھتے ہیں
تیرے ہونٹوں پہ پڑا کام تبسم کا فسوں

اردو کے ساتھ انصاف کیا جائے

بھوپال، گذشتہ دنوں سیفیہ کالج کے ایک ادبی اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے مشہور ماہر لسانیات اور محقق ڈاکٹر گیان چند جین نے زبان کے مسئلہ پر پھیلی ہوئی بے چینی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایک بار پھر ہمارے ذہن میں یہ سوال ابھر رہا ہے کہ ملک کی قومی زبان کیا ہے؟ ایک وقت تھا جب یہ سمجھا گیا کہ ہندی کے ذریعے ملک میں وحدت لائی جا سکتی ہے لیکن حالات نے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا اور اب یہ دونوں چیزیں متضاد ہو کر رہ گئی ہیں۔ جنوب میں زبان کے سلسلے میں جو کچھ ہوا اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر جین نے کہا ایک تجویز ہے کہ انگریزی اور ہندی دونوں میں دفتری کام ہو۔ اس تجویز پر ایک حد تک تو عمل کیا جا سکتا ہے۔ اپنا ذاتی مشاہدہ بتاتے ہوئے کہا کہ چھٹیوں میں مختلف جگہوں پر لسانیات کے کلاسز ہوتے ہیں۔ جہاں یونیورسٹیوں اور کالجوں کے اساتذہ مدعو کیے جاتے ہیں۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ مدراس، بنگال، اڑیسہ، مہاراشٹر کے اساتذہ ہندی علاقوں کے اساتذہ کے مقابلے میں لکچر سمجھنے میں کہیں زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا جس طرح انگریزی کے مسئلہ پر غور ہو رہا ہے اسی طرح اردو کے مسئلہ پر غور ہونا چاہیے۔ اردو عوام کو اس سلسلہ میں جمود، بے حسی اور مایوسی ترک کر کے سرگرم عمل ہونا چاہیے۔ اردو ایک بڑی لسانی اقلیت ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس کے بولنے والوں کی تعداد پہلے سے بڑھی ہے۔ اب مردم شماری کے اعداد کے مطابق یہ تعداد ۲ کروڑ ۳۲ لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن یہ تعداد بھی صحیح نہیں ہے اس میں کم سے کم پچاس لاکھ کا اور اضافہ کرنا چاہیے۔ اس سے پہلے جو مردم شماری ہوئی تھی اس کے اعداد بھی مشکوک تھے۔

ڈاکٹر جین نے کہا کہ آج کل ہندی والے اردو پر چھاپہ مار رہے ہیں۔ ہندی کی بعض کتابوں میں دکنی ادب کو ہندی ادب کی حیثیت سے شامل کر لیا ہے آپ نے بتایا کہ آزادی کے بعد اردو کے کچھ ادیبوں نے کوشش کی تھی کہ اردو کو ہندی میں ملا دیا جائے۔ لیکن شرط یہ رکھی تھی۔ ہندی کورس میں اردو ادیبوں کو شامل کر لیا جائے لیکن اس پیشکش کو ہندی ساہتیہ سمیلن کے بعض ذمہ داروں نے مسترد کر دیا۔

اردو کے تئیں حکومت کی پالیسی پر اظہار تاسف کرتے ہوئے آپ نے کہا ہندوستان کا اربوں کا بجٹ ہے۔ اس بجٹ میں سے اردو پر بہت کم خرچ ہوتا ہے۔

آپ نے کہا کہ مدھیہ پردیش میں ہندی کے بعد اردو بولنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے یہاں اردو کو اس کا حق ملنا چاہیے۔

(خلافت بمبئی)

مراسلہ

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ اور اردو کی درسی کتب

ہماری زبان مورخہ ۱۵ر مارچ ۱۹۶۵ء میں جناب شورش کاشمیری صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اردو کی درسی کتب مرتب کرنے والے پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ فارسی کے صدر اور اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال ہیں نہ کہ شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ جیسا کہ جناب نادم سیتاپوری صاحب کا خیال ہے۔

(ہماری زبان یکم مارچ)

میرے سامنے اس وقت اردو کی دو درسی کتابیں موجود ہیں۔ دونوں کے پبلشرز اور مولفین ایک ہی ہیں اور دونوں ایک ساتھ شایع ہوئی ہیں۔ ایک پانچویں جماعت کے لیے ہے اور دوسری چھٹی جماعت کے لیے۔ ان میں سے ایک کے پہلے صفحے پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔ (سطر بہ سطر)

منظور شدہ سررشتہ ہائے تعلیم پنجاب صوبہ دہلی بمبئی مدراس بطور ٹیکسٹ بک

سلسلہ ادبیہ

اردو کورس

پانچویں جماعت کے لیے

مولفہ

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹر ایٹ لا۔

سابق ممبر پنجاب لیجسلیٹو کونسل

و

خان بہادر حکیم احمد شجاع بی۔ اے (علیگ)

ڈپٹی سکریٹری پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی

۱۹۴۳ء

گلاب چند کپور اینڈ سنز بک سیلرز پبلشرز انارکلی لاہور

اپنے مطبع پنجاب آرٹ پریس نے لاہور میں باہتمام لالہ

گلاب چند کپور چھپوا کر شایع کیا

ایڈیشن چہارم بارھویں بار قیمت ۱ر۲ پائی

اس کتاب میں فرہنگ ملا کر ۵۵ عنوانات ہیں اور ۱۷۶ صفحے۔ شروع میں دو صفحے کا دیباچہ درج ہے جس کے آخری چند جملے حسب ذیل ہیں۔

"ہم جناب قبلہ سید اولاد حسین شاداں بلگرامی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کے ممنون احسان ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کی زبان پر نظر ثانی فرمائی۔ حضرت ممدوح اہل زبان ہیں اور ان کا علم و فضل کسی مزید تعارف کا محتاج نہیں۔ مولفین۔" اس دیباچے کے بعد چوتھے صفحے پر "گذارش" کے عنوان سے یہ عبارت درج ہے۔

"مولفین کتاب ہذا کی خواہش تھی کہ میں اس کتاب کی زبان پر بحیثیت صحت و سقم نظر ثانی کروں چنانچہ تعمیل ارشاد کے لیے جہاں کہیں مجھے اپنے خیالات کے مطابق سقم معلوم ہوا میں نے بلا امتیاز ترمیم کر دی یا نوٹ لکھ دیا ہے۔ اس کتاب کے ہر مضمون کے مولف کو قابل فخر ہستی سمجھتا ہوں۔ بعض مصنفین کی قابلیت مسلم ہندوستان ہے ساتھ ہی اس کے میں یا کوئی خطائے بشری سے خالی نہیں۔ ۹ر جون ۱۹۲۴ء سید اولاد حسین شاداں بلگرامی"

(پروفیسر اورینٹل کالج لاہور)

اس کے بعد پانچواں صفحہ آتا ہے جہاں سے فہرست مضامین شروع ہوتی ہے۔ ہر ایک نظم و نثر کے سبق کے بعد "سوالات" کا عنوان دے کر پانچ چھ سوال درج کیے گئے ہیں۔

شورش صاحب نے اپنے مذکورہ بالا وضاحتی بیان میں یہ بھی معلومات بہم پہنچائی ہے کہ اورینٹل کالج کے پروفیسر موصوف کا انتقال ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ لیکن جس کتاب کے پہلے صفحے کی نقل پیش کی گئی ہے وہ ۱۹۴۳ء کی شایع شدہ ہے اور پہلے مولف کے نام کے آغاز پر "ڈاکٹر" اور اختتام پر "مرحوم" درج ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ درسی کتاب شاعرِ مشرق علامہ اقبال کی ہی ترتیب دی ہوئی ہے۔ نادم صاحب نے اپنے حوالے (ہماری زبان یکم مارچ) میں جس اشتہار کا ذکر کیا ہے اس میں علامہ اقبال کے ساتھ دوسرے مولف فطرت نگار سدرشن کا نام درج ہے۔ اس بنا پر گمان گزرتا ہے کہ غالباً علامہ اقبال نے مختلف درسی کتب مختلف اوقات میں مرتب فرمائیں اور مختلف احباب ان کے شریک کار رہے۔

(عبداللہ ولی بخش قادری جامعہ نگر، دہلی)

سورج تنویر

پنجاب کے اخباروں میں اردو کی حمایت

غیر منقسم پنجاب اردو کا اہم مرکز رہا ہے مگر تقسیم کے بعد زبان سے متعلق حکومت کی پالیسی نے پنجاب میں اردو زبان کی حیثیت کو بیحد نقصان پہنچایا۔ اس کے باوجود پنجاب میں اردو زبان مکمل طور پر ختم نہیں ہو سکی آبادی کا بہت بڑا حصہ اسی زبان اور اسی رسم الخط میں اپنا کام چلاتا ہے۔ اور کثیر التعداد اخبارات اردو میں شائع ہوتے ہیں ان میں ایسے اخبارات بھی ہیں جن کی اشاعت ہندوستان کے اردو اخبارات میں سب سے زیادہ ہے۔ پنجاب سرکار آئے دن اردو سے متعلق اپنے فیصلے تبدیل کرتی رہتی ہے۔ اور اس کا اردو زبان کی ترویج سے متعلق نیم دلانہ رویہ افسوسناک ہے۔ لیکن اب پنجابیوں میں اردو سے تعصب اور تنگ نظری کا رجحان قدرے کم ہو جانے سے فضا کافی خوشگوار ہو گئی ہے۔ منصف مزاج لوگ اردو سے اظہار ہمدردی کرنے لگے ہیں۔ اور اردو زبان کو یکسر ترک کیے جانے کو قابل افسوس اور نقصان دہ سمجھتے ہیں حال ہی میں پنجاب کے اخبارات نے اس موضوع پر زوردار اور مخلصانہ اداریے لکھے ہیں اخبارات کی اردو زبان سے ہمدردی کے لیے شکریہ کے ساتھ چند موقر معاصرین کے اداریوں کا اختصار ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

انگریزی کا مشہور روزنامہ ٹریبون (انبالہ) رقمطراز ہے۔

"اردو کو متحدہ پنجاب میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ تقسیم وطن سے قبل اردو زبان اسکولوں میں ذریعۂ تعلیم تھی لیکن تقسیم کے بعد کے اوائل برسوں میں اردو کو اسکولوں کے نصاب سے خارج کر دیا گیا۔ اس وقت ایسا محسوس کیا جا رہا تھا کہ اردو کو جاری رکھنے کا مطلب مسلم لیگ کے علاحدگی پسندانہ اقدام کو زندہ رکھنے کے مترادف ہے۔ لیکن یہ رجحان درست نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلے بھاشائی جنون نے انگریزی کو بھی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اور انگریزی زبان کی بھی ویسی سی قدر و منزلت نہیں رہی تھی۔ طلباء اور اساتذہ کے لیے ایک ایسا دور آیا جب یہ دونوں مقبول ترین زبانیں اجنبی نظر آنے لگیں یہ بات تو حال ہی کی ہے۔ کہ بہتیروں نے اپنے قدم جمانے کی جرأت کی اور اس بارے میں توازن قائم رکھنے کی لہر چلنے لگی ہے۔ آج انگریزی زبان تو امکانی حد تک بحال ہو چکی ہے۔ اور اردو کے خلاف تعصب میں بھی کمی واقع ہو رہی ہے۔ علاقائی زبانوں کے جنونی پجاریوں پر اس حقیقت کا انکشاف ہو گیا ہے کہ جس اردو زبان کے خلاف انھوں نے اتنا بڑا جہاد جاری کر رکھا تھا وہ بھی ویسی ہی ہندوستانی زبان ہے جیسی کہ ہندی یا گجراتی وغیرہ۔ محض اس وجہ سے کہ اردو زبان پاکستان کی دو قومی زبانوں میں سے ایک ہے اس ملک کے باشندوں پر اردو ادب کے خزانوں کے دروازے بند نہیں کیے جانے چاہئیں جو گذشتہ دو سو برسوں میں پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اردو کی توسیع و ترقی میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں نے بھی بہت حصہ ڈالا ہے۔ گزشتہ چند برسوں کا تعصب ہمیں اپنے ثقافتی ورثہ کے مفادات اور برکات سے محروم کر دے گا۔" (ٹریبون)

مشہور اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ کا اخبار روزنامہ پربھات جالندھر اپنے ایک اداریے میں لکھتا ہے۔

"متحدہ پنجاب میں اردو کو جو پوزیشن حاصل تھی وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں لیکن مسلمانوں کے مشرقی پنجاب سے چلے جانے کے بعد اردو کا بھی فاتحہ پڑھنے کی کوششیں شروع کر دی گئیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جانے لگا کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے اس لیے اسے ہندوؤں اور سکھوں کو نہ پڑھنا چاہیے۔ حکومتی ایوانوں تک یہی بات چھا گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اردو کو اسکولوں سے نکال دیا گیا۔ اس کے باوجود اردو اتنی سخت جان نکلی کہ یہ ابھی تک زندہ ہے نہ صرف زندہ ہی ہے بلکہ یہ اب پھر سے عوام کے دل و دماغ پر چھا رہی ہے۔ جوں جوں یہ سمجھ آنے لگی ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں بلکہ یہ ہندوستان کی ہی زبان ہے توں توں ہی یہ خیال جڑ پکڑنے لگا ہے کہ اردو کو بھی فروغ کا اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا دوسری ہندوستانی زبانوں کو۔ اردو سے سوتیلی ماں کا سا سلوک بند ہونا چاہیے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اردو کو سرکار کی طرف سے بھی ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کی سرپرستی بالکل بند کر دی گئی۔ اردو اب تک صرف اپنی سپرٹ کی بنا پر زندہ ہے۔ اردو کی نوک پلک درست کرنے میں جتنا حصہ مسلمانوں نے ڈالا ہے۔ غیر مسلموں نے اگر اس سے زیادہ نہیں تو اس سے کم بھی نہیں ڈالا گزشتہ دو سو برسوں میں اردو نے جتنا لٹریچر پیدا کیا ہے اتنا شاید ہی کسی دوسری زبان نے پیدا کیا ہو اگر آج بھی اردو کو معمولی سی سرکاری سرپرستی حاصل ہو جائے تو پنجاب میں اس کا مستقبل روشن ہو سکتا ہے۔"

(پربھات)

پنجاب کے سابق وزیر، پنجاب کانگریس کے سابق

جنرل سکریٹری اور آج کل اپوزیشن کے سرکردہ لیڈر لالہ جگت نارائن ایم۔ پی کا روزنامہ "ہند سماچار" اپنے ایک اداریے میں "اردو کا مستقبل" کے زیر عنوان رقمطراز ہے:۔

"اس حقیقت کے باوجود کہ ہماری کتاب آئین میں اردو کو دیگر تیرہ زبانوں کے دوش بدوش رکھا گیا ہے مگر حکومت وقت اس زبان کے ساتھ سوتیلی ماں کا سلوک کر رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اردو زبان ختم ہوتی جا رہی ہے اگر حکومت کی بے نیازی کا یہی عالم رہا تو یقین ممکن ہے کہ یہ زبان بالکل ختم ہو جائے اگر یہ زبان اب تک زندہ ہے تو صرف ان کوششوں کی بدولت جو دلدادگان اردو کی طرف سے کی جا رہی ہیں۔ اگر حکومت ابتدائی جماعتوں سے ہی اردو کی تعلیم تدریس کا سلسلہ شروع کر دے تو اردو کا مستقبل محفوظ ہو سکتا ہے۔ ورنہ کچھ سالوں کے بعد یہ صحت مند زبان حرف غلط کی طرح مٹ جائے گی۔ اردو طویل عرصہ تک اس ملک کی سرکاری زبان رہی ہے۔ اس کا قابل قدر لٹریچر اب بھی دلوں میں بالیدگی پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے ان حالات یہ کہنا پڑ گیا کہ ہندی کی سرپرستی کے جوش میں اردو زبان کے گلے پر کند چھری پھیرنا کسی بھی صورت میں مستحسن نہیں۔"

(ہند سماچار جالندھر)

مشہور صحافی اور آریہ سماجی لیڈر مہاشہ کرشن مرحوم کا اخبار ۔۔۔ روزنامہ پرتاپ جو بیک وقت جالندھر اور دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ ۔۔۔ ۔۔۔ اخبار ہندی کا کٹر حامی اور ہندی کی تبلیغ میں پیش پیش رہتا ہے۔ لیکن اس کے جالندھر ایڈیشن کے ایک حالیہ شمارہ میں مندرجہ ذیل اداریہ سپرد قلم ہوا ہے:۔

"کسی دیش کی دستور بھاشا یا راجیہ بھاشا چاہے کچھ ہو پھر بھی ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ جتنی بھاشائیں پڑھ سکتا ہے پڑھے۔ ہمارے شاستروں میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ ودیا جہاں سے بھی ملے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور یہ بھاشا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی بھاشائی تعصب سے اوپر اٹھ کر جتنی بھی زبانیں سیکھ سکتے ہیں سیکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اردو ایک ایسی زبان ہے جس کا ہمارے دیش کے اتہاس میں ایک خاص مقام رہا ہے کسی وقت یہ انگریزی کے بعد دیش کی سب سے بڑی زبان تھی آزادی کے بعد حالات بدل گئے اور اردو کی جگہ ہندی نے بھی شروع کردی اور اب حالت یہ ہے کہ جہاں تک ہماری تعلیمی سنستھاؤں کا تعلق ہے ان میں اردو بالکل ختم ہو گئی ہے سرکاری کام کاج میں بھی ختم ہوتی جا رہی ہے اور جب سرکار کو اس سے دلچسپی نہ رہے تو وہ زندہ کیسے رہ سکتی ہے؟ لیکن کچھ لوگوں کو اب بھی اس سے دلچسپی ہے اس کے مشاعرے اب بھی ہزاروں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اس کا لٹریچر اب بھی لوگوں کے لیے کشش رکھتا ہے اردو کے اخبارات اب بھی ہزاروں کی تعداد میں چھپتے ہیں۔"

(روزنامہ پرتاپ جالندھر)

پنجاب جن سنگھ کا ترجمان واحد اردو روزنامہ پردیپ جالندھر اپنے ایک اداریہ میں لکھتا ہے۔

"پنجاب کی ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ یہاں چونکہ دو علاقائی زبانیں ہیں اور پھر انگریزی بھی لازمی ہے اس لیے تین بھاشائی فارمولے میں کسی چوتھی زبان کے لیے گنجائش نہیں چنانچہ مالیر کوٹلہ اور گوڑگانواں کے مسلم علاقہ میوات کو چھوڑ کر کہیں بھی اردو پڑھانے کا انتظام نہیں۔ جو زبان روزگار دلانے میں مدد نہیں دے سکتی اسے شوقیہ طور پر کتنے لوگ پڑھیں گے؟ جس صوبہ میں اردو اخبارات علاقائی زبانوں کے اخبارات سے کئی گنا زیادہ چھپتے ہیں وہاں اردو کے ساتھ یہ برتاؤ کچھ زیادہ منصفانہ معلوم نہیں ہوتا۔ آج اردو صرف مشاعروں کے طفیل زندہ ہے لیکن بعض لوگوں نے شاعروں کو روپیہ کمانے اور شراب جام لنڈھانے کا ذریعہ بنالیا ہے یہ حقیقت بھی اردو کو نقصان پہنچانے کے لیے کم ذمہ دار نہیں۔ میرا خیال ہے کہ پنجاب میں اردو کچھ اس برس کے بعد بھی زندہ رہے گی۔ اگرچہ اس کا رسم الخط دیوناگری ہو جائے گا حکومت اور سیاست دونوں مارنے پر تلی ہوں تو رسم الخط بچ نہیں سکتا۔"

(روزنامہ پردیپ اردو جالندھر)

ان اخبارات کے علاوہ دہلی کے معروف روزنامے ہندوستان ٹائمز، انگریزی روزنامہ پیٹریاٹ، اردو روزنامہ سویرا اردو روزنامہ انڈین ایکسپریس وغیرہ نے بھی اردو کی حمایت میں زوردار اداریے اور مقالات سپرد قلم کیے ہیں۔

"ہماری زبان"

سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

شاخ گوالیار

انجمن ترقی اردو شاخ گوالیار کی مجلس عاملہ کا ماہانہ جلسہ بتاریخ ۷ / مارچ ۱۹۶۵ء (اتوار کے دن) ۳ بجے سہ پہر بر دولت کدہ جناب حاجی شمشاد احمد خاں صاحب خازن انجمن مذکور منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل تجاویز بالاتفاق منظور ہوئیں۔

(۱) شعرائے گوالیار کے منتخب کلام کو کتابی صورت میں مرتب کر کے شائع کیا جائے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے پانچ حضرات پر مشتمل ایڈیٹوریل بورڈ کی تشکیل کی گئی، جو ۱۰ اپریل تک شعرا سے کلام حاصل کر کے انتخاب کرے اور آئندہ ماہانہ جلسے میں اپنی مکمل رپورٹ پیش کرے گا۔

ایڈیٹوریل بورڈ کے ممبران حسب ذیل ہیں:

(۱) جناب ریاض الدین صاحب انصاری
(۲) " پنڈت وشوناتھ صاحب کول
(۳) " وقار صدیقی (۴) جناب ندا فاضلی
(۵) " کاشی ناتھ گپتا۔

(۲) انجمن کے دارالمطالعہ کے لیے اخبارات و رسائل منگانے کے سلسلے میں مشورہ کر کے اخبارات و رسائل کے نام تجویز کیے گئے۔

(۳) گریز گوالیار میں ہائر سیکنڈری اور انٹر کے امتحانات میں اردو کا مضمون لے کر شریک ہونے والے امیدواروں کی تعداد معلوم اور حاصل کرنے کے متعلق عملی اقدام کے سلسلے میں غور کیا گیا اور ایک کمیٹی بنائی گئی جو ان امتحانات میں شریک ہونے والے طلبا اور طالبات کے اعداد و شمار سینئر سپرنٹنڈنٹ سے مل کر حاصل کرے گی تاکہ جیواجی یونیورسٹی گوالیار میں اردو کا شعبہ قائم کرانے کے سلسلے میں اعداد و شمار کی روشنی میں جد و جہد کی جائے اور رجسٹرار جیواجی یونیورسٹی کے لیٹر نمبر [illegible] کے جواب میں اعداد و شمار بھیجے جائیں جس میں اردو، فارسی اور عربی مضامین لے کر شرکت کرنے والے طلبا کی تعداد دریافت کی گئی تھی۔ یہ کام تین افراد کی ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) وقار صدیقی (۲) اسلام الدین قریشی (۳) سعید لشکر۔

(۴) سینٹرل لائبریری لشکر کے اردو سیکشن کے لیے کتابوں کا سالانہ انتخاب انجمن ترقی اردو گوالیار اور بزم اردو لشکر کے اراکین کے مشورے سے کیا جائے۔ اس تجویز پر انجمن کے سرپرست جناب نوتن کمار صاحب تیلنگ نے (جو ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ آف ایجوکیشن ہیں) فرمایا کہ آپ انجمن کی جانب سے کتابوں کی فہرست مرتب کر کے سیکریٹری سینٹرل لائبریری کو بھیج دیں اور یقین دلایا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے گا وہی کتابیں منگائی جائیں گی جو انجمن کی فہرست میں شامل ہوں گی۔

آخر میں انجمن کے جنرل سیکریٹری نے اراکین انجمن کو ریاستی انجمن کے اس فیصلے سے آگاہی دی جو یکم / مارچ ۱۹۶۵ء کے "شعلۂ حیات" بھوپال میں شائع ہوا اور جس کی رو سے انجمن مذکور کی ابتدائی فیس ایک روپے سالانہ کے بجائے صرف ۲۵ پیسے کر دی گئی ہے اور حاضرین سے اپیل کی کہ وہ ممبر سازی کی مہم کو تیز کر کے تنظیم کو طاقت ور بنائیں۔

(وقار صدیقی جنرل سیکریٹری انجمن ترقی اردو گوالیار)

انجمن ترقی اردو شاخ بودھن کا ایک جلسہ

انجمن ترقی اردو شاخ بودھن واقع قدیم بازار شنکر نگر کا ایک جلسہ عام زیر صدارت جناب لیس۔ باپیا صاحب منعقد ہوا، جس میں اردو دوست اور اردو داں حضرات کی کثیر تعداد شریک تھی۔ منعقت صاحب وساغر حیدرآبادی معتمد انجمن اور صدر جلسہ نے اردو کو بھی تلگو کے ساتھ آندھرا پردیش میں قانونی حیثیت دیئے جانے کی ضرورت پر تقریریں کیں۔ اس کے بعد حسب ذیل قرارداد کو حاضرین جلسہ نے متفقہ طور پر منظور کیا۔

"شنکر نگر بودھن کے اردو دوست اور اردو داں عوام اپنی ہر دلعزیز حکومت آندھرا پردیش سے درخواست کرتے ہیں کہ تلگو زبان کے ساتھ اردو زبان کو بھی قانونی حیثیت میں علاقائی ثانوی درجہ عطا فرمایا جائے کہ اردو داں اور اردو دوست عوام کے دستوری حق کی حفاظت فرمائی جائے۔"

(ساغر حیدرآبادی سکریٹری)

انجمن ترقی اردو شاخ بلند شہر کا جلسہ

انجمن ترقی اردو شاخ بلند شہر کا سالانہ جلسہ زیر صدارت جناب رام سرن صاحب سنگل "آلوک" میں منعقد ہوا جس میں اراکین کا انتخاب اتفاق رائے سے عمل میں لایا گیا۔ اراکین و عہدیداران کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

جناب پرشاد سنگل :۔ صدر۔ جگیشور دیال صوفی نائب صدر گنگا سرن قاصد :۔ نائب صدر۔ خضر برنی :۔ سکریٹری خوشحال زیبی جوائنٹ سکریٹری۔ بدر اختر فاروقی :۔ جوائنٹ سکریٹری سعید الحسن ایم۔ ایل۔ سی :۔ ممبر۔ عبد الحکیم میونسپل کمشنر :۔ ممبر۔ محمد رشید ممبر کنور چندر پرتاب سنگھ نظر :۔ ممبر۔ حاجی حسن علی برنی :۔ ممبر خورشید عالم میونسپل کمشنر :۔ ممبر۔ شفیق احمد شفیق :۔ ممبر

جلسہ میں دو تجاویز بھی منظور کی گئیں۔

(۱) اراکین کمیٹی کی ایک سب کمیٹی بنائی جائے جو ممبر سازی کا کام انجام دے اتفاق رائے سے طے پایا کہ مندرجہ ذیل سب کمیٹی

تعمیر سازی کا کام دے گی۔ اسی لیے خوشدل قریشی، مجتبیٰ حسن قاصد اور جمنا پرشاد سنبل کو اس کمیٹی کا رکن بنایا گیا۔

(۲) شاخ بلند شہر کے تحت اردو کو فروغ دینے کے لیے سالانہ امتحانات کے علاوہ اردو کی تصانیف کا کام بھی شروع کیا جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے مزاج میں اردو کی بقا کی تعمیر کا نقشہ مل سکے بلند شہر ایک تاریخی مقام ہوتے ہوئے بھی دوسرے اضلاع سے اس فن میں بہت پیچھے ہے، مہر چند کہ مولانا ضیاء الدین برنی مصنف دلی کے تاریخ داں تھے اور ضلع کے شعرا بھی ہندو پاک میں دوسرے اضلاع سے کم معروف نہیں۔ اس لیے ہمارا فرض ہو جاتا ہے۔ کہ تاریخ وغیرہ کے کام پایۂ تکمیل تک پہونچائیں۔

(دفتر انجمن ترقی اردو بلند شہر)

پاکستانی شعرا کے اعزاز میں دو ادبی جلسے

انجمن ترقی اردو دہلی

انجمن ترقی اردو دلی نے پاکستانی شعرا ماہر القادری اور تابش دہلوی کے اعزاز میں ۲۰ مارچ ۱۹۶۵ء کی شام کو ایک ادبی نشست کی صدارت کے فرائض لالہ شام ناتھ صاحب نے انجام دیے۔

پنڈت سندرلال صاحب صدر انجمن ترقی اردو دلی نے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا ایسے جلسے اور مشاعرے دونوں ملکوں کو قریب لانے کے لیے بے حد ضروری ہیں۔ جناب ماہر القادری صاحب نے اپنی جوابی تقریر میں کہا کہ اردو ہند و پاک کے درمیان ایک مشترک قدر ہے۔ اور اردو اب ایک عالمگیر زبان ہے۔ یونیسکو کی رپورٹ کے مطابق یہ دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے اور اپنے اعلیٰ ادبی خزانے کی بدولت اردو کا شمار ترقی یافتہ زبانوں میں ہوتا ہے۔ جو لوگ بھی اردو کی خدمت کر رہے ہیں وہ نہ صرف ہندوستان اور پاکستان کی خدمت کر رہے ہیں۔ بلکہ پوری نسلِ انسانی کے خادم ہیں۔ اس دور میں ہم روحانی اقدار سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور یہ زبان روحانی قدروں کی آئینہ دار ہے۔

لالہ شام ناتھ صاحب نے پاکستانی شعرا کو خوش آمدید کہتے ہوئے فرمایا تقسیم وطن کے بعد اگرچہ دونوں ملکوں کے افراد مصائب میں مبتلا ہوئے لیکن ان سب کے دلوں میں یہ خواہش موجود ہے کہ اچھے ہمسایوں کی طرح پر امن طریقے پر عمل کریں۔ لالہ جی نے تقریر کے دوران میں ان دنوں کی یاد دلائی جب اس ملک میں ہندو مسلمان مل کر رہتے تھے اور ایک دوسرے پر جان دیتے تھے۔ آخر میں آپ نے فرمایا اس قسم کی نشستوں سے ہمارے باہمی تعلقات خوشگوار ہونے میں مدد ملتی ہے اور ساتھ بیٹھنے کا موقع بھی۔ نشست کے آخر میں چودھری برہم پرکاش ایم پی اور انجمن ترقی اردو کی جنرل کونسل کے ایک معزز ممبر نے شعرا کا انجمن کی جانب سے شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا دلی ایک خاص تہذیب کی راجدھانی ہے یہ تہذیب ان مختلف تہذیبوں کی مشترک نشانی ہے۔ جو دلی میں مختلف زبانوں سے پیدا ہوئیں اور یہیں کی خاک میں مل گئیں۔ جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے دلی ہندوستان کی راجدھانی ہے لیکن یہ ایک اہم مخصوص مشترک تہذیب کی راجدھانی بھی ہے اور اردو اسی کی روح ہے۔

جناب ماہر القادری اور جناب تابش دہلوی کے علاوہ جن شعرائے کرام نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا ان میں ساحر ہوشیارپوری، روش صدیقی، جگن ناتھ آزاد، خمار دہلوی، حکیم خلیل الرحمٰن نازؔ، گلزار دہلوی، اور خواتین میں محترمہ ذکیہ سلطانہ نیرؔ اور محترمہ مہر النساء قمرؔ شامل تھیں۔

(جنرل سکریٹری)

انجمن تعمیر اردو دہلی

۲۱ مارچ ۱۹۶۵ء کو شام کے چھ بجے انجمن تعمیر اردو دلی کے زیر اہتمام دلی کے اردو داں اہل قلم کی جانب سے مولانا ماہر القادری صاحب و جناب تابش دہلوی کے اعزاز و استقبال میں ایک یادگار اور شاندار محفل عصرانہ اور اعزازیہ بزم مشاعرہ منعقد ہوئی۔ دار السلطنت کے سو سے زائد ممتاز اہل قلم، ادیب، شاعر، صحافی، اساتذہ، محقق، ناقد، افسانہ نگار، دوسرے فنکار اور قریب اتنے ہی سخن فہم و بزلہ سنج اور ادب نواز معززین شہر سامعین میں موجود تھے جن حضرات نے مہمانوں کے استقبال میں خاص حصہ لیا ان میں علامہ پروفیسر پنڈت تربھون ناتھ صاحب زتشی زار دہلوی یادگار داغ۔ پنڈت سندرلال۔ پروفیسر سید عبد الخالق نقوی۔ حاجی صاحب، مولانا عبد الباقی۔ رشید حسن خاں صاحب۔ ڈاکٹر خلیق انجم۔ حضرت دل لکھنوی حضرت حمید قیصر الہ آبادی۔ جناب خمار دہلوی۔ یادگار رسا۔ مولانا انور صابری۔ جناب ضیا فتح آبادی۔ جناب طالب دہلوی۔ سلام مچھلی شہری۔ گلزار زتشی دہلوی۔ منیر احمد صوفی۔ رام کرشن مضطر۔ مجید پانی۔ شمیم نجوی۔ مولانا علیم اختر۔ بیتاب بریلی۔ محمود سعیدی۔ جناب اسلم پرویز محسن زیدی۔ ایم۔ اے۔ کیلاش ماہر۔ جناب عثمان چشتی۔ مولانا الحاج عبد الرحمٰن شاکر، مولانا محمد اسحاق مشفق۔ انگن نجیب آبادی۔ گلی سکندر آبادی۔ ہیرا لال فلک۔ نصرت گوالیاری۔ سمت پرکاش شوق۔ مولانا جرار اچھرولی۔ مولانا مسیح اللہ قاسمی۔ عتیق قدوائی۔ مرزا امیر آغا قزلباش۔ حافظ امیر دہلوی انیس مرزا۔ راشد سہسوانی۔ انور کمال حسینی۔ ریاض صدیقی۔ شبنم بریلوی جمال بجانی۔ وقار آفاقی۔ حمید صدیقی۔ مرزا عاشق دہلوی۔ رضا امروہوی۔ حکیم ظہیر الدین انجم۔ جوہر صدیقی بنارسی۔ وغیرہ متعدد خورد و بزرگ شامل ہیں۔

(گلزار دہلوی۔ سکریٹری)

اردو کو دلی کی علاقائی ثانوی زبان تسلیم کیا جائے

دلی ۲۰ مارچ۔ جامع مسجد کے تاریخی علاقہ میں آج محبان اردو کا ایک شاندار جلسہ ہوا۔ یہ جلسہ دلی اسٹیٹ فار اردو ڈ ماک نے آل پارٹیز اردو علاقائی ڈ ثانوی سرکاری زبان کمیٹی کے چیرمین جناب جمنا داس اختر و کنوینر جناب بہار برنی کی اپیل پر منعقد کیا تھا۔ جلسہ کے بعد محبان اردو نے شاندار کامیاب جلوس نکالا جو جامع مسجد سے شروع ہو کر چوڑی والان، چاوڑی بازار ہوتا ہوا جامع مسجد پر ختم ہوا۔ اس سے قبل جلسہ میں یہ قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی کہ دلی میں اردو کو علاقائی ڈ ثانوی سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ یہ ریزولیوشن اس مطالبہ نامہ ہی کی ایک شکل ہے جو گذشتہ ماہ وزیر اعظم شری شاستری اور تمام ریاستی وزراء اعلیٰ کو پیش کیا گیا تھا۔

جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر جمنا داس اختر نے امید ظاہر کی کہ اردو کے سلسلہ میں جو تحریک شروع ہوئی ہے وہ پھیلتی جائے گی وہ دن نزدیک ہے جب اردو کو کچلنے کی کوشش کو ناکام بنا دیا جائے۔ انھوں نے مطالبہ کیا اردو کو تمام اسکولوں میں ابتدائی درجوں سے پڑھانے کا انتظام کیا جائے۔ کارپوریشن اردو میں بورڈ لکھوانے کا سلسلہ شروع کرے۔

جمنا داس اختر نے جن سنگھ کے رویہ کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ حامیان اردو پنجابی کو اس کا جائز مقام دینے کے حق میں ہیں اگر جن سنگھ والے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پنجابی کا اسٹنٹ کھڑا کر کے اردو تحریک کو ناکام بنا دیں گے تو یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

سردار موہن سنگھ جل نے اپنی تقریر میں اردو کے کاز کی حمایت کی اور کہا کہ اردو کے حق کو دبایا نہیں جا سکتا بخشی نفیر چند سرحدی نے کہا ہندوستان کے تمام انقلابی لیڈروں کی زبان اردو ہے جنگ آزادی کے جو انقلابی گیت گائے ان کی زبان اردو تھی۔ نارورڈ پنجاب بلاک کے لیڈر مسٹر طوفان نے اردو کے متعلق سرکار کی پالیسی پر کڑی نکتہ چینی کی اور اردو کی مخالفت پر حیرت کا اظہار کیا۔

سوامی رام انند بھارتی نے اردو کو اتفاق پیدا کرنے والی زبان قرار دیا اور کہا کہ اردو نے ہندوستان کے لوگوں کو ایک مالا میں پرو رکھا تھا حکومت ہند کی اردو کش پالیسی کی مذمت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اردو اکثریت کی زبان ہے اور اکثریت کو دبانا ہی حکومت کی چال ہے انھوں نے اعلان کیا کہ ضرورت پڑنے پر کسی بھی وزیر کی کوٹھی پر ۹۰ دن کی ہڑتال کریں گے۔

جلسہ کے صدر جناب خوشتر ایڈیٹر بیسویں صدی نے کہا کہ صرف قرار دادیں پاس کرنے سے کام نہ چلے گا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اردو تحریک کو جاری رکھنے کے لیے قربانی دینے کا جذبہ پیدا کریں انھوں نے تشدد کی مخالفت کی لیکن اس کے ساتھ اعلان کیا کہ اردو کے کاز کے لیے ہم سب سے پہلے بھوک ہڑتال کرنے کو تیار ہیں:

مسٹر نند لال پروانہ نے جو ریزولیوشن پیش کیا تھا اس کی تائید کرتے ہوئے بہار برنی کنوینر آل پارٹیز اردو کمیٹی نے سرکار کی اردو کش پالیسی پر نکتہ چینی کی۔

مسٹر گلزار دہلوی نے بھی اردو کی حمایت میں پرزور تقریر کی۔

(الجمعیۃ دہلی)

انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ مہاراشٹر کے نئے عہدیداران

صدر:۔ سکندر علی وجد۔ جنرل سکریٹری:۔ شاہد علی خاں جائنٹ سکریٹری:۔ شرد چھابرا۔ خازن:۔ سید شہاب الدین دسنوی۔ مغربی مہاراشٹر:۔ نائب صدر:۔ ڈاکٹر سومن محی الدین۔ جائنٹ سکریٹری:۔ یوسف حسن مرہٹواڑہ:۔ نائب صدر۔ محمد مظہر علی خان ایڈوکیٹ۔ جائنٹ سکریٹری:۔ جوش محمد آبادی۔ ودربھ: نائب صدر: مرزا عزیز اللہ بیگ۔ جائنٹ سکریٹری۔ (نام کا اعلان بعد میں کیا جائے گا) بمبئی عظمیٰ نائب صدر:۔ ڈاکٹر ایس اس نشاط۔ جائنٹ سکریٹری:۔ شعیب اعظمی۔

انجمن کا دفتر:۔

مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ پرنس بلڈنگ۔ ابراہیم رحمت اللہ روڈ۔ بمبئی ع۳۔

(جنرل سکریٹری)

بہار اسٹیٹ اردو کنونشن

بہار اسٹیٹ اردو کنونشن کے انعقاد کی تیاریاں پورے زور و شور کے ساتھ جاری ہیں۔ مجلس استقبالیہ اور اس کی سب کمیٹیاں اپنے فرائض کی انجام دہی میں نہایت انہماک اور تندہی سے مشغول ہیں۔ یہ کنونشن ۳،۴ اپریل کو پٹنہ میں ہونے جا رہا ہے۔ اس کی صدارت پنڈت سندر لال اور افتتاح ڈاکٹر سید محمود، ایم۔ پی فرمائیں گے۔

یہ کنونشن ایک اہم اور فیصلہ کن موڑ پر ہونے جا رہا ہے اور محبان اردو کو اس کنونشن سے بہت ساری توقعات ہیں۔ اس لیے اسے کامیاب اور شایان شان بنانے کے لیے سبھی ممکن وسائل سے کام لیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ یہ کنونشن تاریخی اہمیت کا حامل اور اردو کی جدوجہد میں ایک نیا سنگ میل ثابت ہوگا۔ بہار کے حامیان اردو بھی کنونشن کو کامیاب بنانے کے لیے تعاون پیش کر رہے ہیں۔

(عبد المنان آفس سکریٹری)

شہریار

تبصرے

ماہنامہ پیام تعلیم (حالی نمبر)

مرتبہ: محمد حسین حسّان ندوی
فی پرچہ: پچاس پیسے
سالانہ چندہ: پانچ روپے
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

ماہنامہ پیام تعلیم پھر باقاعدگی سے نکلنے لگا ہے۔ اردو میں ایسے رسالوں کی سخت کمی ہے جو بچوں کی تہذیب و تربیت اور ذہنی نشو و نما کے لیے مخصوص ہوں۔ جامعہ ملیہ نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے جو کامیاب تجربے کیے ہیں اور مکتبہ جامعہ نے بچوں کے لیے نصابی اور تفریحی ادب کی اشاعت میں جو کارنامہ انجام دیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ "پیام تعلیم" کا زیرِ تبصرہ شمارہ اردو کے عظیم المرتبت نقاد، شاعر، سوانح نگار اور نثار خواجہ الطاف حسین حالی کی حیات اور کارناموں کے تجزیہ اور تبصرے کے لیے مخصوص ہے۔ اس نمبر میں شریک مضمون نگاروں اور شاعروں نے بچوں کی نفسیات اور ذہن کا خاص خیال رکھا ہے اور اپنے خیالات کو بڑی آسان اور عام فہم زبان میں پیش کیا ہے۔ مولانا حالی بچوں کے ساتھ (بیگم صالحہ عابد حسین)، حالی (شمیم الدین نیر)، حالی ایک جھلک (نذیر حسن دہلوی)، حالی ایک انسان (خلیق انجم انصاری)، بچوں کی کوششیں (مختلف بچے)، انعام ملے گا (پروفیسر رشید احمد صدیقی) اس نمبر کی خاص چیزیں ہیں۔

شعلۂ سنگ

کوثر چاند پوری
ناشر: اردو اکیڈمی کراچی
قیمت: تین روپے پچاس پیسے

کوثر چاند پوری ہمارے مشہور افسانہ نگار ہیں ان کے افسانے اردو کے تقریباً تمام اہم رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ "شعلۂ سنگ" ان کے سترہ منتخب افسانوں کا مجموعہ ہے۔

پریم چند، راجندر سنگھ بیدی، حیات اللہ انصاری، احمد ندیم قاسمی اور غلام عباس کو چھوڑ کے ہمارے تمام بڑے اور اہم افسانہ نگاروں کی شہرت میں غیر معمولیت کو بڑا دخل ہے۔ ہمارے افسانہ نگاروں کو نہ جانے کس نے یہ بات بتا دی ہے کہ افسانہ لکھنے کے لیے موضوع، اور اس کے کردار اور اس کا اسلوب غیر معمولی اور چونکا دینے والا ہونا چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے افسانوں میں عام دلچسپی اور اپیل کا سامان زیادہ ہوتا ہے لیکن فنی لحاظ اور ادبی اعتبار سے یہ افسانے زیادہ دن تک زندہ نہیں رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بہت سے "بڑے" افسانہ نگار اب اتنے مقبول نہیں ہیں۔ اس کے برعکس پریم چند، بیدی، حیات اللہ انصاری، قاسمی اور غلام عباس اور کچھ نئے افسانہ نگار زیادہ توجہ سے پڑھے جاتے ہیں، کیونکہ ان افسانہ نگاروں نے حقیقی زندگی کو اپنا موضوع بنایا ہے اور جاسوسیت، اور غیر معمولیت، کا شکار نہیں ہوئے ہیں۔

کوثر چاند پوری صاحب افسانہ نگاروں کے آخر الذکر گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، وہ اپنے افسانوں کے موضوعات کے انتخاب اور ان کے بیان میں بڑی احتیاط برتتے ہیں۔ ان کی زبان عام طور سے صاف، اور رواں صحیح اور شگفتہ ہوتی ہے اور انھیں کہانی کہنے کے فن پر قدرت حاصل ہے۔

افسانوں کا سنجیدگی سے مطالعہ کرنے والوں کو "شعلۂ سنگ" ضرور پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں حصار، بھٹکے والا دادا، جمن، بجلی، منزل دوراشت جیسے مکمل اور بھرپور افسانے شامل ہیں۔

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، مدیر، ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپایا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا